جناب ریاض الحسن نوری، ایم۔ اے

قسط نمبر ۲ آخری

اسلامی نظامِ حیات ـــــ سراپا رحمت!

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک بدو گوشت بیچنے آیا تو جنابِ اقدسؐ نے کچھ گوشت ایک وسق چھواروں کے عوض چکا لیا۔ گھر میں آکر دیکھا تو چھوارے موجود نہ تھے۔ آپؐ واپس گئے اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا وہ بدو چلانے لگا اور "داغذراہ" یعنی ہائے بد دیانتی کا شور کرنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ خدا تجھے سمجھے، بھلا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کریں گے؟ آپؐ نے لوگوں کو مداخلت سے منع فرمایا اور کہا کہ صاحبِ حق کو بولنے کی گنجائش ہے۔ پھر حضورؐ نے اسے فرمایا کہ بیشک ہم نے تجھ سے معاملہ چکایا تھا۔ مگر ہمارا خیال تھا کہ گھر میں چھوارے موجود ہیں اب جاکر دیکھا تو ان کو نہ پایا۔ اس پر اس بدو نے پھر اسی طرح شور مچانا شروع کر دیا، پھر لوگوں نے اس سے کہا کہ تم رسول اللہ صلعم کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو۔ اس پر آپؐ نے پھر انکو منع فرمایا کہ صاحبِ حق کو بولنے کا اختیار ہے۔ ایسا دو یا تین مرتبہ ہوا۔ آخر جنابِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو خویلہ بنت حکیم کے ہاں بھیجا اور ان کے ہاں سے چھوارے اسے دلوا دیئے۔ جب وہ واپس آیا تو وہ خوش تھا اور آپؐ کو دعا دینے لگا اور کہنے لگا کہ تم نے پوری اور اچھی قیمت دی ہے، خدا تم کو جزائے خیر دے۔[1] یاد رہے کہ اس وقت آپؐ سربراہِ حکومت بھی تھے۔ آپؐ حاکمِ وقت ہونے کے باوجود کسی بیوہ یا مسکین کے بلانے اور اس کے ساتھ جاکر اس کی مشکل حل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپؐ ذکرِ الٰہی کی کثرت فرماتے، نماز لمبی پڑھتے اور خطبہ مختصر ارشاد فرماتے۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے اور بات چیت ہوا کرتی

---

[1] مسند احمد ص ۲۶۸، ۲۶۹ ج ۶۔

[2] رواہ نسائی کذا فی جامع الاصول لابن اثیر ص ۲۵ ج ۱۲۔

تھی۔ پھر جب آپ اٹھتے تو ہم بھی اٹھتے اور آپؐ کو ازواج کے حجرہ میں داخل ہوتے دیکھتے۔ ایک روز جب آپؐ گفتگو کے بعد اٹھے تو ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ہم نے ایک بدو کو دیکھا کہ اس نے آپؐ کی چادر پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا۔ آپؐ کی چادر مبارک بہت کھردری تھی۔ اس وجہ سے اس کی رگڑ سے آپؐ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس بدو نے آپؐ سے کہا کہ میرے ان دونوں اونٹوں کو بھر دے۔ آپؐ نے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے دونوں اونٹوں کو لاد دے، ایک پر جَو اور دوسرے پر چھوارے۔ (ابوداؤد)

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیس برس خدمت کی مگر آپؐ نے مجھے ایک مرتبہ بھی نہ تو اف کہا اور نہ کبھی یوں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور کیوں نہ کیا؟ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

صدرِ مملکت کا عوام سے برتاؤ میں اخلاق اور اسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص سے ذاتی انتقام یا بدلہ نہ لیا۔ تند و تلخ باتیں بھی صبر و تحمل سے برداشت کر جاتے۔ اس وقت آپؐ سربراہِ مملکت بھی تھے۔ آپؐ کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو اس وقت تک نہ چھڑاتے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑے۔ اسی طرح مصافحہ کے وقت آپؐ کا دستور تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو لونڈی یا غلام بھی چاہتا تھا، آپؐ کو اپنے ساتھ لے جاتا، آپؐ چلے جاتے اور جو شخص آپؐ کا ہاتھ پکڑتا آپؐ اس کو نہ چھڑاتے اور جب تک کوئی بات کرتا، آپؐ سنتے اور اس طرف متوجہ رہتے۔ حتیٰ کہ وہ خود ہاتھ چھڑاتے یا بات ختم کر کے دوسری طرف رخ کرے۔

جب آپؐ نے حضرتِ زینبؓ سے نکاح فرمایا تو دعوتِ ولیمہ دی۔ تھوڑے تھوڑے لوگ آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے۔ آخر جب سب کھا چکے تو تین اشخاص وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ وقت زیادہ ہو چکا تھا مگر وہ تینوں اٹھتے ہی نہ تھے۔ اور آپؐ لحاظ میں ان سے اجازت نہ مانگتے تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو آیۂ حجاب کے نام سے مشہور ہے:

"فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسین لحدیث ان ذالکم یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق"

حضرت عمرؓ کے متعلق شبلی نعمانی بخاری وغیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان کی زندگی کی تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام پر فوجیں بھیج رہے ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے معاملہ

لہ رواہ ابوداؤد و ترمذی، (جامع الاصول لابن اثیر ص ۴۴۲ ج ۱۲)

پیش ہے - خالدؓ اور امیر معاویہؓ سے باز پرس ہے - سعد بن وقاصؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عمرو بن العاصؓ کے نام احکام لکھے جا رہے ہیں - دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے - سر پر پھٹا عمامہ ہے، پاؤں میں پھٹی جوتیاں ہیں - پھر اس حالت میں یا تو کاندھے پر مشک لیے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر کا پانی بھرنا ہے یا مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹے ہیں - اس لئے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے - بارہا مکہ سے مدینہ کا سفر کیا لیکن خیمہ یا شامیانہ کبھی ساتھ نہیں تھا، جہاں ٹھہرے کسی درخت پر چادر ڈال دی اور اسی کے سایہ میں پڑ رہے - ابن سعد کی روایت ہے کہ ان کا روزانہ خانگی خرچ دو درہم تھا جس کے کم و بیش دس آنے ہوتے ہیں - ایک دفعہ احنف بن قیس، روساء عرب کے ساتھ ان کے ملنے کو گئے - دیکھا کہ دامن چڑھائے ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہیں - احنف کو دیکھ کر کہا کہ آؤ تم بھی میرا ساتھ دو - بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے - تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے؟ ایک شخص نے کہا، امیر المؤمنین آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ کسی غلام کو حکم دیجئے وہ ڈھونڈ لائیگا - فرمایا: اَیُّ عَبْدٍ اَعْبَدُ مِنِّی "کہ مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟"[1]

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل لگا رہے تھے - ایک شخص نے کہا "اے امیر المؤمنین کسی غلام کے سپرد یہ کام کر دیا ہوتا" - بولے "مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؛ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے"[2]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات: اگر آپ عربی نہیں جانتے تو سیرۃ النبیؐ مؤلفہ شبلی ہی سے دیکھ لیجیے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ باوجود اس کے کہ آپؐ سربراہ مملکت اور نبیوں کے سردار بلکہ آقائے دو جہاں تھے، آپؐ کا معیارِ زندگی سب سے سادہ اور معمولی تھا - غریبوں اور مسکینوں کی خدمت اور مدد کیلئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے - یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ شب بیداری، عبادت گذاری اور کثرت سے روزہ بھی رکھتے تھے - شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ حضرت انسؓ بن مالک خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے ایک اونٹ کے بدن پر تیل مل رہے ہیں - ان سے دوسری روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا، آپؐ صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے ہیں - تیسری روایت میں وہ کہتے ہیں کہ آپؐ بکریوں کو داغ رہے ہیں (بحوالہ مسلم)

---

[1] "الفاروق" ص ۲۷۳، ۲۷۴ مطبوعہ دہلی -

[2] کنز العمال" جلد ۳ ص ۱۶۴ بحوالہ اسوۂ صحابہ" جلد دوم ص ۷ -

ایک مرتبہ آپؐ مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ مسجد میں کسی نے ناک صاف کی ہے۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے ایک ٹکڑے کو اس کو کھرچ ڈالا اور آئندہ کیلئے لوگوں کو اس فعل سے منع فرمایا (نسائی)۔ ۔ ۔ مسجدِ قبا، مسجدِ نبوی اور خندق کھودنے میں جس طرح عام مزدوروں کے ساتھ مل کر آپؐ نے خود کام کیا، اس کی تفصیل جلد اول کے واقعات میں گذر چکی ہے۔ ایک سفر میں صحابہ کرامؓ نے بکری ذبح کی اور اس کو پکانے کیلئے آپس میں کام بانٹ لئے۔ آپؐ نے فرمایا جنگل سے لکڑیاں میں لاؤں گا۔ صحابہؓ نے تامل کیا تو فرمایا کہ میں امتیاز پسند نہیں کرتا۔

ایک سفر میں آپؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، آپؐ نے خود اس کو درست کرنا چاہا، ایک صحابی نے عرض کی، یا رسول اللہ لایئے میں ٹانک دوں۔ فرمایا کہ "یہ تخصص پسندی ہے جو مجھے محبوب نہیں۔" (ابن عساکر)

حضرت خبابؓ بن ارت کو ایک مرتبہ آپؐ نے کسی سفر پر بھیجا۔ خبابؓ کے گھر پر اور کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر آپؐ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے۔

حبش سے کچھ مہمان آئے۔ صحابہؓ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گذاری کریں لیکن آپؐ نے ان کو روک دیا اور فرمایا "انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے اس لئے میں خود ان کی خدمت کا فرض انجام دوں گا۔ (الشفا للقاضی عیاض)

کفارِ ثقیف، جنہوں نے طائف میں آپؐ کے پائے مبارک کو زخمی کر دیا تھا، ۹ھ میں وفد لیکر آئے تو آپؐ نے ان کو مسجدِ نبوی میں اتارا اور بنفسِ نفیس ان کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔

مدینہ کی لونڈیاں آپؐ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں، یا رسول اللہ میرا یہ کام ہے۔ آپؐ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے۔ (سیرۃ النبی)

صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ وہ کوشش کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ مجاہدہ اور عبادت کریں۔ ان کی یہ دلیل ہوتی تھی کہ آپؐ کے تو سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں زیادہ محنت کرنی چاہیئے۔ بعض صحابہؓ نے ساری رات جاگ کر عبادت کرنے اور لگاتار روزہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن آپؐ ایسے لوگوں کو سمجھاتے کہ تم پر تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے۔ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ اگر بہت زیادہ روزے رکھنے ہیں تو سنتِ داؤدی پر عمل کر دیعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ بعض غریب آدمی آپؐ کے پاس صدقہ لیکر آتے تو ان کو آپؐ واپس کر دیتے اور فرماتے "تمہیں تو غنی سے صدقہ چاہیئے"

ہمارے آج کل کے حکمران اور سربراہانِ مملکت اور وزراء کو اگر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلعم کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں، حالانکہ قرآن نے آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے: "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح شب بیداری نہیں کر سکتے اور کثرت سے نفلی روزے نہیں

رکھ سکتے۔ لیکن کیا آپ ان کی طرح عوام میں گھل مل کر بھی نہیں رہ سکتے، ان کی طرح غریبوں مسکینوں کی خدمت بھی نہیں کر سکتے، ان جیسا کھانا بھی نہیں کھا سکتے؟ ان کی طرح فرشِ خاک پر بیٹھ بھی نہیں سکتے؟ عوام کے ساتھ عام بسوں اور ریلوں میں سفر بھی نہیں کر سکتے؟ کیا آپ اپنے آپ کو (العیاذ باللہ) ہادیٔ برحق سے افضل سمجھتے ہیں؟ آخر آپ کو ان چیزوں سے عار کیوں ہے؟

سلطان بہلول لودھی اپنی بادشاہت کے زمانہ میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا۔ شریعت کا بڑا پابند تھا۔ لوگوں کی درخواستوں کو خود دیکھتا اور ان کے ساتھ پورا انصاف کرتا، دربار میں تخت پر نہ بیٹھتا اور نہ امراء کو اپنے سامنے کھڑا ہونے دیتا۔ امراء میں سے کسی کو اس سے رنج پہنچتا تو وہ اس کے پاس پہنچتا، معذرت خواہ ہوتا اور کہتا کہ اگر مجھ کو بادشاہت کے کام کے لائق نہیں سمجھتے تو کسی دوسرے کو اس کام کیلئے مقرر کر دو، مجھ کو کسی اور کام میں لگا دو — امیروں اور لشکریوں میں سے کوئی بھی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کیلئے ضرور جاتا۔

لڑائی کے موقع پر جب اس کی نظر دشمنوں پر پڑتی تو اپنے گھوڑے سے اتر جاتا، میدانِ جنگ ہی میں دوگانہ ادا کرتا، مسلمانوں اور اسلام کی فلاح کیلئے دعائیں مانگتا اور اپنے عجز کا اظہار کرتا۔

اپنی تخت نشینی کے بعد جب پہلی مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد میں گیا تو ملاّں قادن نے ممبر پر آکر خطبہ پڑھا اور پھر افغانوں کا یہ کہہ کر مذاق اڑایا کہ "سبحان اللہ یہ بھی عجیب قوم پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہ دجّال کے پیش رَو ہوں۔ ان کی زبان یہ ہے کہ ماں کو مور، بھائی کو ورور، گائوں کو شور اور لشکر کو تور کہتے ہیں"۔ بہلول لودھی نے سنا تو اپنے منہ پر رومال رکھ کر مسکرایا اور صرف اتنا کہا کہ ملاّں قادن، بس کیجئے، ہم لوگ بھی خدا کے بندے ہیں[1]

بہلول لودھی سفر و حضر میں علماء و مشائخ کی صحبت میں اوقات گذارنا اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتا۔ اسکی کسی بات سے ادنیٰ سے ادنیٰ عالم کو ناگواری ہوتی تو ان سے معافی کا خواستگار ہوتا۔ وہ کسی بات کی خواہش ظاہر کرتے تو اپنا ضروری کام چھوڑ کر ان کی خواہش کی تعمیل کرتا[2]

ایک بار سلطان محمود غزنوی کا حاجب کسی ملاقے سے غزنی کی طرف آرہا تھا وہ اثنائے سفر میں خسرو آباد پہنچا تو اس کو ایک خچر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کے ملازم ایک فقیر کا خچر بیگار میں پکڑ لائے اور اس پر سامان لاد کر دوسری منزل تک لے گئے۔ محمود غزنوی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاجبوں کے سردار کو بلا کر کہا کہ اس

---

[1] تاریخ داؤدی ص ۱۱، ۱۲ بحوالہ "ہندوستان کی بزمِ رفتہ کی سچی کہانیاں" حصہ اول مؤلفہ سید صباح الدین مطبوعہ اعظم گڑھ۔

[2] طبقات اکبری جلد سوئم ص ۵۲۲ بحوالہ ایضاً۔

حاجب سے کہو کہ تیری کیا مجال کہ میری رعایا کے جانوروں کو بیگار میں پکڑے۔ پھر حکم دیا کہ اسی وقت سپاہیوں سے کہو کہ اس حاجب کو پکڑ کر خسرو آباد لے جائیں اور وہاں کے لوگوں میں اس کے جرم کا اعلان کریں۔ پھر اسی کی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور بیگار لینے سے توبہ کریں۔

جس زمانہ میں سلطان محمود بست میں مقیم تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت خیمہ میں تنہا بیٹھا تھا کہ دھوپ اور گرمی کے مارے ہانپتا کانپتا ایک مظلوم شخص آیا اور فریاد کرنے لگا۔ محمود نے پوچھا تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا، آپ نے "بات یہ ہے کہ آپ کے فیل بان نے میرے کھجور کے درخت سے ہاتھی باندھ رکھا ہے اور خود کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ توڑ کر نیچے پھینک رہا ہے۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور میرے بچوں کا گذارہ انہی پر ہے۔" سلطان اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے کے دروازے سے جھانک کر دیکھا مگر کوئی ملازم نظر نہیں آیا۔ گرمی کی وجہ سے سب اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے گئے تھے۔ سلطان خیمے سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور صرف ایک سائیس کے ساتھ موقع پر جا پہنچا۔ معلوم ہوا کہ اس مظلوم نے جو کچھ کہا تھا، سچ کہا تھا۔ سائیس کو حکم دیا کہ فیل بان کی گردن میں رسی باندھ کر اسی کھجور کے درخت سے لٹکا دے۔

سلطان محمود کی صورت اچھی نہ تھی۔ ایک روز آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر مسکرایا۔ پھر اپنے وزیر احمد حسن سے پوچھا، تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت میرے دل میں کیا خیال گذرا۔ وزیر نے کہا، آپ ہی بتائیے، سلطان نے کہا، مجھے ڈر ہے کہ لوگ مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے ہوں گے کیونکہ میری صورت اچھی نہیں۔ احمد حسن نے کہا کہ ایک ہی کام سے لوگ آپ کو اپنی جان اور اپنے زن و فرزند سے عزیز تر رکھ سکتے ہیں اور آپ کا فرمان آگ اور پانی پر جاری ہو سکتا ہے۔ سلطان نے پوچھا، وہ کونسا کام ہے؟ احمد حسن نے کہا، دولت کو اپنا دشمن سمجھئے، پھر تمام لوگ آپ کے دوست ہو جائینگے۔ سلطان کو یہ بات پسند آئی اور اس کے بعد اس کا ہاتھ بخشش اور خیرات کے لئے کشادہ ہو گیا اور ہر طرف اس کی تعریفوں کی صدا گونجنے لگی۔

سلطان نے اپنے محتسبوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ احتساب میں کسی کی رو رعایت نہ کریں۔ اس کے زمانہ میں اس حکم کی پابندی بڑی سختی کے ساتھ ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ اس کا ایک سپہ سالار علی نوشتگین شراب پی کر مست ہو گیا وہ اسی حالت میں اپنے گھر واپس آنا چاہتا تھا۔ لوگوں نے اسے منع کیا کہ ایسی حالت میں باہر نہ نکلے ورنہ محتسب نے اگر اس کو دیکھ لیا تو سزا دینے سے باز نہ آئیگا اور اس کی عزت جاتی رہے گی۔ علی نوشتگین کو اپنے عہدہ کا غرور تھا۔ وہ پچاس ہزار فوجیوں کا سپہ سالار تھا اور اس کی شجاعت اور معرکہ آرائی کی دھوم تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ محتسب اس کا کچھ بگاڑ سکے گا۔ الغرض وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکریوں، غلاموں اور چاکروں کے ساتھ اپنے گھر کی طرف [illegible] محتسب سواروں اور پیادوں کے ساتھ ملا۔ اس نے علی نوشتگین کو نشہ کی

حالت میں دیکھا تو اس کو گھوڑے پر سے اتار لینے کا حکم دیا۔ پھر خود بھی گھوڑے پر سے اتر گیا اور علی نوشگیس کو اتنا مارا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اس کے حاشیہ بردار اور لشکری دیکھتے رہے مگر کچھ بولنے کی جرأت نہ کر سکے۔ مار کھا کر علی نوشگیس گھر کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرے دن وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس نے سلطان کو اپنی پیٹھ دکھائی۔ سلطان کو اس کی پیٹھ دیکھ کر ہنسی آگئی۔ پھر اس سے کہا، اب توبہ کرو، ملک کے نظم دقواعد میں جبتک مضبوطی رہے گی، اسی قسم کا عدل دیکھنے میں آئیگا جو تم کو برابر یاد رہے گا ( )

ابن اخوۃ لکھتے ہیں:

"اتابک سلطان دمشق کا ارادہ محتسب مقرر کرنے کا ہوا تو لوگوں نے ایک عالم دین کا نام لیا۔ سلطان نے ان کو بلوا بھیجا اور ان کو دیکھ کر کہا کہ میں آپ کو لوگوں پر محتسب مقرر کرتا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں وہ بولے کہ اگر ایسا ہے تو تم اس گدی سے اٹھ کھڑے ہو اور اس مسند کو بھی یہاں سے الگ کر دو۔ کیونکہ یہ دونوں ریشم سے بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنی اس انگوٹھی کو بھی نکال دو کیونکہ یہ سونے کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہے اور عورتوں کیلئے حلال!" یہ سن کر سلطان اپنی مسند سے اٹھ کھڑا ہوا اور حکم دیا کہ اس گدی کو الگ کر دیا جائے۔ پھر اپنی انگلی سے انگوٹھی کو بھی الگ کر دیا۔" [له]

ابن الاخوۃ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو الحسن نوری کسی چیز سے سروکار نہ رکھتے تھے البتہ اگر وہ کوئی منکر بات دیکھتے تو اس کی اصلاح فرما دیتے۔ ایک دن وہ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ ان کی نظر کشتی پر پڑی جس میں تیس گھڑے رکھے ہوئے تھے۔ جن پر لفظ "لطف" لکھا ہوا تھا۔ آپ پڑھ کر حیران ہوئے کہ ان میں کیا چیز ہو سکتی ہے؛ کیونکہ ان کے علم میں ایسی کوئی چیز مال تجارت میں شامل نہ تھی۔ انہوں نے ملاح سے پوچھا کہ ان گھڑوں میں کیا ہے؛ ملاح بولا، تم کو اس سے کیا غرض، اپنا کام کرو۔ اس سے ان کو اور بھی شوق پیدا ہوا۔ ملاح سے کہا کہ تم مجھے بتاؤ، ان میں کیا ہے۔ ملاح بولا تم بہت نوک جھونک کرنے والے صوفی ہو، سنو، ان میں معتضد کیلئے شراب ہے اور یہ اس کے پاس جا رہی ہے تاکہ اس کی مجلس گرم ہو سکے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا، اچھا اس میں شراب ہے! تو اپنا چپو مجھے دو، یہ سن کر ملاح طیش میں آگیا اور لڑکے سے کہا، اس کو چپو دے دو، دیکھیں یہ کیا کرتا ہے۔ آپ نے چپو لے کر ایک ایک کرکے تمام گھڑوں کو توڑ دیا۔ ملاح نے واویلا شروع کیا، اس کی آواز سن کر دریا کے پل کا افسر آن پہنچا۔ وہ آپ کو پکڑ کر خلیفہ معتضد کے پاس لے گیا۔ لوگوں کو ڈر ہوا کہ خلیفہ کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ غرض خلیفہ نے ان کو دیکھ کر پوچھا، تم کون ہو؟ جواب دیا، محتسب ہوں۔ خلیفہ نے کہا تم کو کس نے محتسب مقرر کیا؟ آپ نے جواب دیا،

له معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ لابن الاخوۃ۔

"جس نے تجھے خلیفہ مقرر کیا ہے؟" معتضد کچھ دیر زمین کی طرف دیکھتا رہا، پھر یوں گویا ہوا، "جو کچھ تم نے کیا ہے، اس پر کس چیز نے تم کو اکسایا؟" آپ نے جواب دیا: "تم پر شفقت نے یہ کام مجھ سے کرایا ہے!"

خلیفہ یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ "ایک مٹکا کیونکر سلامت رہ گیا؟" آپ نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے گھڑے توڑنے شروع کئے تو میری نیت محض رضائے الٰہی تھی اور میرا دل حق کے جلال سے پُر تھا۔ لیکن جب میں آخری گھڑے پر پہنچا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دیکھو میں نے تم جیسے خلیفہ کو بھی پکڑ لیا۔ اگر میری وہی نیت اور حالت رہتی تو ساری دنیا خواہ خمر کے گھڑوں سے پُر ہوتی، میں سب کو توڑ ڈالتا اور کچھ بھی پرواہ نہ کرتا۔" یہ سن کر خلیفہ بولا، "جاؤ ہم نے تم کو بری کیا اور جس منکر کو تم چاہو ختم کر دو۔" اس پر آپ نے جواب دیا کہ "اے امیر المؤمنین، اب تک میں منکرات کو اللہ کی خاطر ختم کرتا رہا، کیا اب ایک سرکاری کارندہ بن کر یہ کام کروں؟" خلیفہ نے کہا، "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا، "بس یہی کہ یہاں سے بہ عافیت رخصت ہو جاؤں۔"

حضرت عمرؓ کا قول ہے:

انه من ولی امر المسلمین فهو عبد المسلمین یجب علیه لهم مثل ما یجب علی العبد لسیده من النصیحة واداء الامانة۔ (تاریخ عمر بن الخطاب لابن جوزی، ص ۷۱)

یعنی "جو مسلمانوں کا والی بنا وہ ان کا غلام بن گیا اور اس پر وہی کچھ واجب ہے جو ایک غلام پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی مالک کی وفاداری، ہمدردی اور ایمانداری نیز اس کے مال میں خیانت نہ کرنا۔"

اس کا عملی ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ فارغ اوقات میں رات کو جا کر مدینہ کی . . . . ایک اندھی عورت کے گھر کا کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بن گئے تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کوئی اور شخص روزانہ ان سے پہلے ہی آکر اس کا کام کاج کر جاتا ہے۔ آپؓ نے ٹوہ لگائی تو پتہ چلا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (کنز العمال)